رخسانہ نگار عدنان

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی ہے۔ عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ نسیم بیگم مصلحتاً "بیٹا بہو سے لگاوٹ دکھاتی ہیں۔ دوسری طرف ذکیہ بیگم کا کہنا ہے۔ ان کی بیٹی بشریٰ کو سسرال میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔

عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن فوزیہ کی ساس زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بشریٰ اپنی ماں سے یہ بات چھپانے کے لیے کہتی ہے مگر عدیل کو پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کر کے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کر کے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آ رہے ہوتے ہیں کہ ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو جاتے ہیں۔

عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے وصول کر پاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کر رہا ہے۔

اسلام آباد سے واپسی پر عدیل دونوں مقتولین کو دیکھتا ہے۔ زاہدہ، نسیم بیگم سے بیس لاکھ روپے سے مشروط فوزیہ کی رخصتی کی بات کرتی ہیں۔ وہ سب پریشان ہو جاتے ہیں۔ عدیل بشریٰ سے ذکیہ بیگم سے تین لاکھ روپے لانے کو کہتا ہے۔

حمیدہ خالہ، عاصمہ کو سمجھاتی ہیں کہ عدت میں زبیر کا اکیلے اس کے گھر آنا مناسب نہیں ہے۔ لوگ باتیں بنا رہے ہیں
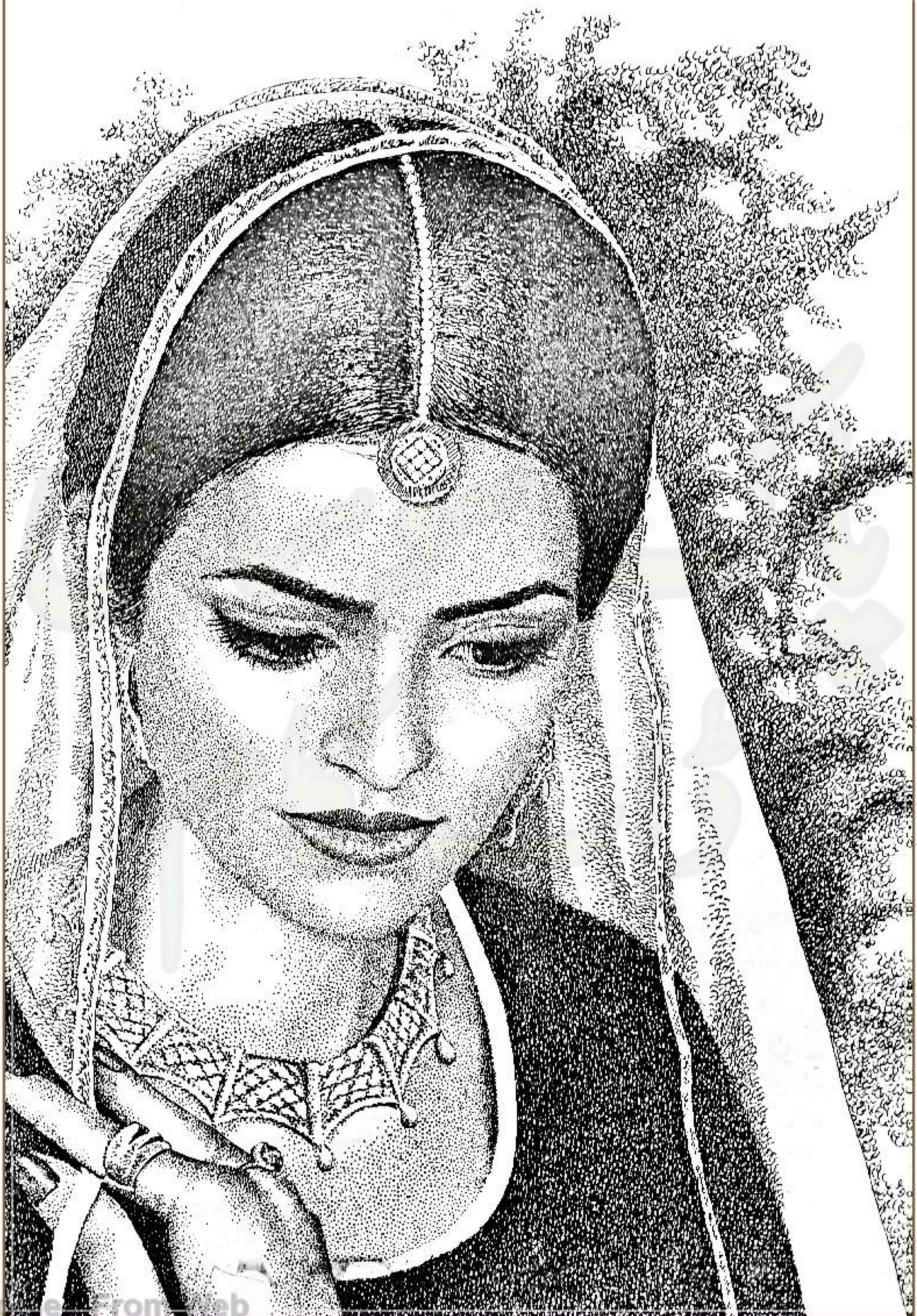
جبکہ عاصمہ کی مجبوری ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں۔ اس کا بیٹا ابھی چھوٹا ہے اور سارے کام اس نے خود کرنے ہیں۔ وہ جلد از جلد اپنا گھر خریدنا چاہتی ہے۔ عاصمہ کے کہنے پر زبیر کسی مفتی سے فتویٰ لے کر آجاتا ہے کہ دوران عدت انتہائی ضرورت کے پیش نظر گھر سے نکل سکتی ہے بشرطیکہ مغرب سے پہلے واپس گھر آجائے' سو وہ عاصمہ کو مکان دکھانے لے جاتا ہے۔ اور موقع سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنی ہوس کا نشانہ بناتا ہے اور وہیں چھوڑ کر فرار ہوجاتا ہے۔

رقم مہیا نہ ہونے کی صورت میں فوزیہ کو طلاق ہوجاتی ہے۔ نسیم بیگم جذباتی ہو کر بہو اور اس کے گھر والوں کو موردالزام ٹھہرانے لگتی ہیں۔ اسی بات پر عدیل اور بشریٰ کے درمیان خوب جھگڑا ہوتا ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو دھکا دیتا ہے۔ اس کا ابارشن ہوجاتا ہے۔ عدیل شرمندہ ہو کر معافی مانگتا ہے مگر وہ ہنوز ناراض رہتی ہے اور اسپتال سے اپنی ماں کے گھر چلی جاتی ہے۔

اسی اسپتال میں عدیل عاصمہ کو دیکھتا ہے جسے بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا ہوتا ہے۔ عاصمہ اپنے حالات سے تنگ آکر خودکشی کی کوشش کرتی ہے تاہم بچ جاتی ہے۔ نو سال بعد عاصمہ کا بھائی ہاشم پریشان ہو کر پاکستان آجاتا ہے۔ عاصمہ کے سارے معاملات دیکھتے ہوئے ہاشم کو پتا چلتا ہے کہ زبیر نے ہر جگہ فراڈ کر کے اس کے سارے راستے بند کردیے ہیں اور اب مفرور ہے۔ بہت کوششوں کے بعد ہاشم' عاصمہ کو ایک مکان دلا پاتا ہے۔

بشریٰ اپنی واپسی الگ گھر سے مشروط کردیتی ہے۔ دوسری صورت میں وہ علیحدگی کے لیے تیار ہے۔ عدیل سخت پریشان ہے۔ عدیل مکان کا اوپر والا پورشن بشریٰ کے لیے سیٹ کروا دیتا ہے اور کچھ دنوں بعد بشریٰ کو مجبور کرتا ہے کہ وہ فوزیہ کے لیے عمران کا رشتہ لائے۔ نسیم بیگم اور عمران کسی طور نہیں مانتے۔ عدیل اپنی بات نہ مانے جانے پر بشریٰ سے جھگڑتا ہے۔ بشریٰ بھی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو طلاق دے دیتا ہے اور مثال کو چھین لیتا ہے۔ مثال بیمار پڑجاتی ہے۔ بشریٰ بھی حواس کھو دیتی ہے۔ عمران بہن کی حالت دیکھ کر مثال کو عدیل سے چھین کرلے آتا ہے۔ عدیل عمران پر اغوا کا پرچا کٹوا دیتا ہے۔

عاصمہ اسکول میں ملازمت کرلیتی ہے مگر گھریلو مسائل کی وجہ سے آئے دن چھٹیاں کرنے کی وجہ سے ملازمت چلی جاتی ہے۔ اچانک ہی فوزیہ کا کہیں رشتہ طے ہوجاتا ہے۔

انسپکٹر طارق دونوں فریقین کو سمجھا بجھا کر مصالحت پر آمادہ کرتے ہیں۔ ذکیہ بیگم کی خواہش ہے کہ عدیل' مثال کو لے جائے' تاکہ وہ بشریٰ کی کہیں اور شادی کرسکیں۔ دوسری طرف نسیم بیگم بھی ایسا ہی سوچ بیٹھی ہیں۔ فوزیہ کی شادی کے بعد نسیم بیگم کو اپنی جلد بازی پر پچھتاوا ہونے لگتا ہے۔

انسپکٹر طارق' ذکیہ بیگم سے بشریٰ کا رشتہ مانگتے ہیں۔ ذکیہ بیگم خوش ہوجاتی ہیں' مگر بشریٰ کو یہ بات پسند نہیں آتی۔ ایک پراسراری سی عورت عاصمہ کے گھر بطور کرائے دار رہنے لگتی ہے۔ وہ اپنی حرکتوں اور انداز سے جادو ٹونے والی عورت لگتی ہے۔ عاصمہ بہت مشکل سے اسے نکال پاتی ہے۔

بشریٰ کا سابقہ منگیتر احسن کمال ایک طویل عرصے بعد امریکا سے لوٹ آتا ہے۔ وہ گرین کارڈ کے لالچ میں بشریٰ سے منگنی توڑ کر نازیہ بھٹی سے شادی کرلیتا ہے' پھر شادی کے ناکام ہوجانے پر ایک بیٹے سیفی کے ساتھ دوبارہ اپنی چچی ذکیہ بیگم کے پاس آجاتا ہے اور دوبارہ بشریٰ سے شادی کا خواہش مند ہوتا ہے۔ بشریٰ تذبذب کا شکار ہوجاتی ہے۔

بشریٰ اور احسن کمال کی شادی کے بعد عدیل مستقل طور پر مثال کو اپنے ساتھ رکھنے کا دعوا کرتا ہے مگر بشریٰ قطعی نہیں مانتی' پھر احسن کمال کے مشورے پر دونوں بمشکل راضی ہوجاتے ہیں کہ مہینے کے ابتدائی پندرہ دنوں میں مثال' بشریٰ کے پاس رہے گی اور بقیہ پندرہ دن عدیل کے پاس۔ گھر کے حالات اور نسیم بیگم کے اصرار پر بالآخر عدیل عفت سے شادی کرلیتا ہے۔ والدین کی شادی کے بعد مثال دونوں گھروں کے درمیان گھن چکر بن جاتی ہے۔ بشریٰ کے گھر میں سیفی اور احسن اس کے ساتھ کچھ اچھا برتاؤ نہیں کرتے اور عدیل کے گھر میں اس کی دوسری بیوی عفت۔ مثال کے لیے مزید زمین تنگ بشریٰ اور عدیل کے نئے بچوں کی پیدائش کے بعد پڑجاتی ہے۔ مثال اپنا اعتماد کھو بیٹھتی ہے۔ احسن کمال اپنی فیملی کو لے کر ملائیشیا چلا جاتا ہے اور مثال کو تاریخ سے پہلے عدیل کے گھر بھجوا دیتا ہے۔ دوسری طرف عدیل اپنی بیوی بچوں کے مجبور کرنے پر

مثال کے آنے سے قبل اسلام آباد چلا جاتا ہے۔ مثال مشکل میں گھر جاتی ہے۔ پریشانی کی حالت میں اسے ایک نشئی تنگ کرنے لگتا ہے تو عاصمہ آکر اسے بچاتی ہے۔ پھر اپنے گھر لے جاتی ہے۔ جہاں سے مثال اپنے ماموں کو فون کرکے بلواتی ہے اور اس کے گھر چلی جاتی ہے۔

عاصمہ کے حالات بہتر ہو جاتے ہیں۔ وہ نسبتاً "پوش ایریا" میں گھر لے لیتی ہے۔ اس کا کوچنگ سینٹر خوب ترقی کر جاتا ہے۔ اسے مثال بہت اچھی لگتی ہے۔ مثال 'واثق کی نظروں میں آچکی ہے تاہم دونوں ایک دوسرے سے واقف نہیں ہیں۔

عاصمہ کا بھائی ہاشم ایک طویل عرصے بعد پاکستان لوٹ آتا ہے اور آتے ہی عاصمہ کی بیٹیوں اریشہ اور اریبہ کو اپنے بیٹوں وقار 'وقاص کے لیے مانگ لیتا ہے۔ عاصمہ اور رواثق بہت خوش ہوتے ہیں۔

مثال کو نیند میں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی اسے گھسیٹ رہا ہے۔

تیئسویں قسط

اسے لگ رہا تھا وہ کھڑے کھڑے وہیں منجمد ہو چکا ہے۔ اس کی تمام تر حسیات جیسے مر چکی تھیں۔ وہ وہیں اپنے ہی قدموں پر کھڑا برف بن چکا تھا۔ کوئی حنوط شدہ ممی!

"ہیلو... کس سے ملنا ہے آپ کو... کس کے ساتھ ہیں؟" ایک خوب صورت سی لڑکی آنکھوں میں اس کے لیے پسندیدگی لیے بڑے شوخ سے انداز میں پوچھ رہی تھی جیسے وہ اسی کے لیے تو وہاں کھڑا تھا۔

وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

"ہیلو مسٹر! آپ نیند میں تو نہیں کھڑے یا کھڑے کھڑے سو چکے ہیں یا ہوش کھو چکے ہیں۔" وہ اب کے باقاعدہ بہت بے تکلفی سے اس کا بازو ہلا کر لطف لینے والے انداز میں بولی۔ واثق کو جیسے کسی نے ہزار واٹ کا کرنٹ لگایا ہو۔

وہ سر جھٹک کر اتنے پاس کھڑی آسمان سے اتری اس پری کو دیکھتا رہ گیا' جو واقعی میں پری تھی۔

"کس کی تلاش میں ہیں جناب!" وہ اسی طرح آنکھوں میں شوخی اور پسند لیے معنی خیزی سے پوچھ رہی تھی۔

"اگر کہوں آپ کی تو... کیسا لگے گا آپ کو؟" وہ بھی اس کی بے تکلفی کو بظاہر انجوائے کرتے ہوئے بولا۔ اس کی نظریں پری کو دیکھتے ہوئے بھی اس محبوب چہرے کے گرد طواف کر رہی تھیں' جو شاید کسی اور کا ہونے جا رہا تھا۔ پری بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ گویا وہ واثق کے منہ سے یہ ہی سننا چاہتی تھی۔ عجب سی جھنکار تھی اس کی کھلکھلاہٹ میں۔

واثق نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔

وہ خوب صورت سی لڑکی بذات خود ایک مکمل پیکج تھا۔ دعوت نظارہ! وہ لمحہ بھر کو اس کے موتیوں جیسے دانتوں کی قطار کو دیکھتا رہ گیا۔

"بہت اچھا لگے گا مجھے یہ سن کر کہ آپ میری تلاش میں تھے۔ لیکن کیا ہے کہ یہ جملہ تو مجھ سے ملنے والا ہر دوسرا لڑکا کہتا ہے... تو اس میں کچھ بھی نیا پن نہیں ہے۔" وہ بہت اٹھلا کر بظاہر شوخ مگر مغرور بھرے انداز میں بولی۔

"اور پہلا لڑکا کیا کہتا ہے؟" وہ جھک کر رازداری سے پوچھنے لگا۔

"وہ..." وہ محظوظ ہوئی۔ "وہ تو بے چارا کچھ بول ہی نہیں پاتا۔ ہکا بکا سا رہ جاتا ہے۔" وہ بھی اسی طرح

رازداری سے بولی۔

"بے چارہ!" واثق افسوس بھرے لہجے میں بولا۔

"بائی داوے میرا نمبر کتنواں ہے؟ ان دوسرے لڑکوں کی لائن میں۔" وہ جھک کر پھر اسی انداز میں بولا۔

"آں!" وہ یوں ظاہر کرنے لگی جیسے دل ہی دل میں گنتی کر رہی ہو۔

"پری! تم کہاں رہ گئی ہو۔ میں نے تمہیں بھیجا تھا کہ اپنے پاپا کو بلا کر لاؤ' خود جا کر وہیں بیٹھ گئی ہو۔" پیچھے سے آتی عفت جھنجلائے ہوئے لہجے میں بولی۔ پری فوراً" بوکھلا کر اسٹیج کی طرف بھاگ گئی۔

عفت' واثق کو سرسری نظر سے دیکھتی عجلت بھرے انداز میں آگے چلی گئی۔ واثق پھر سے اس بھرے مجمع میں اکیلا رہ گیا۔

☆ ☆ ☆

"میں نے اتنی دیر تو نہیں کی تھی مثال!" وہ یک ٹک اس جھکے چہرے والی لڑکی کو دیکھتے ہوئے دل میں مخاطب ہوا۔

"تمہیں میری محبت کا اعتبار نہیں تھا یا مجھ پر بھروسا نہیں تھا۔ صرف چار دن میں تم نے خود کو میری محبت سے آزاد کر دیا۔" اس کے دل پر کوئی بھاری پتھر آپڑا تھا۔

اسٹیج پر اب بہت سے لوگ آگے پیچھے کھڑے ہو گئے تھے۔ مثال ان کے پیچھے چھپ گئی تھی۔ شاید کوئی رسم ہو رہی تھی۔ واثق کے ارد گرد لوگ کم ہو گئے تھے۔ وہ بوجھل قدموں سے باہر نکل گیا۔

مثال ہاتھ کی تیسری انگلی میں پڑی ڈائمنڈ رنگ کو دیکھتی جا رہی تھی۔ یہ انگوٹھی نہیں تھی' اس کے لیے عمر قید کا ٹوکن تھا۔

"کچھ مہینوں میں میری فہد سے شادی ہو جائے گی۔ ایک ایسا شخص جسے میں جانتی تک نہیں' جسے میں نے کبھی دیکھا بھی نہیں' بات بھی نہیں کی۔ پاپا جو کہہ رہے تھے کہ وہ فہد سے میری بات کرائیں گے' پھر بھول گئے۔

پاپا کے لیے یہ بڑی سیدھی بات ہے کہ وہ کہیں بھی ایسی جگہ' جو انہیں میرے لیے فنانشلی بہتر لگتی ہے' لوگ مناسب لگتے ہیں' وہ میری شادی کر کے میرے بوجھ سے نجات حاصل کر لیں گے۔ مگر یہ سیدھی بات.... میں جانتی ہوں' یہ سیدھی نہیں۔"

وہ بہت عجیب ڈھب میں سوچتے ہوئے خود سے سوال جواب کر رہی تھی۔ اس طرح کی باتیں اس نے پہلے کبھی نہیں سوچی تھیں۔

ایک انگوٹھی اس کی انگلی میں آگئی اور اسے لگا اس کے جذبات احساسات سب بدل رہے ہیں۔ شاید وہ خود بھی بدل رہی ہے۔ فہد سے شادی کے بعد اگر ہم دونوں کے مزاج نہیں ملے یا کچھ مہینوں' دنوں کے لیے مل بھی گئے.... پھر ہماری اولاد ہو گئی اور فہد کا رویہ اس کی عادات اپنی اصل فطرت پر آگئے' جو مجھ سے بالکل مختلف ہوئے۔ پھر ہم دونوں میں جھگڑے شروع ہو گئے' جو ہوتے چلے گئے۔ کیونکہ جھگڑے ایک بار شروع ہو جائیں تو پھر رکا نہیں کرتے اور اس نے مجھے پاپا کی طرح تین لفظ بول کر گھر سے نکال دیا۔ میری اولاد کو مجھ سے چھین لیا جو ہم دونوں کو پیاری ہو گی' پھر ہم دونوں اس کو حاصل کرنے کے لیے لڑیں گے اور پھر آدھا آدھا کر لیں گے۔

آدھی آدھی اولاد!

نہیں.... بالکل نہیں۔"

وہ ایک دم سے سر پر پڑا کامدانی کا دوپٹا جھٹک کر کھڑی ہو گئی۔
اس کے سامنے عفت کھڑی اسے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔
"ماما۔۔۔ ماما۔۔۔ پلیز مجھے یہ شادی نہیں کرنی۔ پلیز آپ پاپا سے کہہ دیں۔ وہ ان لوگوں کو انکار کر دیں۔۔۔ مجھے نہیں کرنی یہ شادی۔" وہ اپنے جذباتی پن میں یہ دیکھے بغیر کہ اس کے سامنے بشریٰ کھڑی ہے یا عفت۔۔۔ تیز تیز بولتے ہوئے بے اختیار رونے لگی۔
"مثال۔۔۔ مثال کیا ہوا ہے۔۔۔ کیا ہو گیا تمہیں؟" عفت ایک دم سے فکر مند لہجے میں کہتی ہوئی آگے بڑھی اور اسے گلے سے لگا لیا۔
"ماما۔۔۔ پلیز آج پاپا سے بول دیں۔ مجھے شادی نہیں کرنی۔" وہ عفت کے گلے لگتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔
"مثال!" عفت اس کے یوں رونے پر پریشان ہو گئی۔
"ہوا کیا ہے مثال۔۔۔ کیا ان لوگوں نے کچھ کہا ہے تم سے۔" وہ اسے ساتھ لگا کر نرمی سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔
مثال نے روتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔
"تو پھر کیا ہوا ہے بتاؤ مجھے شاباش۔۔۔" وہ خلاف عادت اسے چمکار کر پوچھ رہی تھی۔
"مجھے یہ شادی نہیں کرنی ہے۔" وہ ایک ہی جملہ دہراتے ہوئے ہاتھ میں پڑی انگوٹھی نکال کر عفت کو دیتے ہوئے خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے آہستگی سے بولی۔
"مثال!" عفت انگوٹھی ہاتھ میں لیے شاکڈ سی کھڑی رہ گئی۔ اس کی مرادیوں بر آئے گی۔ عفت نے نہیں سوچا تھا۔
"بھلے پری کی شادی یہاں نہ ہو، مگر مثال کی بھی نہیں ہونی چاہیے۔" اس نے چپکے چپکے دل میں بے شمار دعائیں مانگی تھیں۔ اس کی دعائیں کبھی یوں جھٹ پٹ قبول نہیں ہوئی تھیں، مگر اس بار ہو گئی تھیں۔ وہ بے یقین سی کھڑی تھی۔ مثال خود شادی سے انکار کر رہی تھی۔ اس سے بڑا معجزہ اور کیا ہو سکتا تھا۔ عفت پر جیسے شادی مرگ ہو گیا تھا۔
"تمہارے پاپا۔۔۔" وہ اٹک کر اس سے کچھ کہتے ہوئے رکی۔
"اس کو اپنے اس بے بس باپ کی کیا پروا۔" ایک دم پیچھے سے عدیل آیا تھا۔ دونوں لمحہ بھر کو ساکت سی رہ گئیں۔ عدیل کی آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔
"پاپا!" اس کے لب فقط ہل ہی سکے تھے۔
"یہ۔۔۔ اپنی ماں کی طرح اپنے باپ کا صرف تماشا بنانا چاہتی ہے اور اس نے اس ماں سے اس کی تربیت سے اور کیا سیکھا ہو گا۔" وہ نفرت بھرے اجنبی لہجے میں کہہ رہا تھا اور مثال کے جسم میں پہلی بار جیسے چنگاریاں سی چبھ رہی تھیں۔
"معاف کیجیے گا پاپا! میری تربیت صرف اس عورت نے نہیں کی۔ پندرہ دن کے لیے میں آپ کے پاس بھی ہوتی تھی۔ میری بٹی ہوئی آدھی زندگی کے ذمہ دار آپ ہیں۔" جانے کیسے لہو میں دوڑتے شراروں نے اسے چیخنے پر مجبور کر دیا۔ لمحہ بھر کو عدیل ششدر سا اسے دیکھتا رہ گیا۔
"ہٹو تم بیچ میں سے، آج مجھے اس سے بات کر لینے دو۔" عدیل یک لخت سب لحاظ درمیان سے اٹھا کر بولا۔

عفت کو کہتے ہوئے اس نے پرے کیا تھا اور اب مشال کے بالکل سامنے کھڑا تھا۔
"ہاں بولو کیا تکلیف ہے تمہیں کیوں یہاں شادی نہیں کرنا چاہتیں؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا اور مشال کو لگ رہا تھا اس کی ٹانگوں سے جان نکل رہی ہے۔
"بولو... جواب دو۔" وہ دھاڑ کر بولا۔
پری اور دانیال بھی دروازے میں آکر کھڑے ہو گئے تھے اور صد شکر کہ سارے مہمان جا چکے تھے۔
"نہیں وجہ نہیں بتا سکتی مگر... مجھے یہاں نہیں کہیں بھی شادی نہیں کرنی۔" جانے کیسے اس کے اندر اتنی ہمت آگئی۔ وہ نظریں جھکا کر ذرا سا رک کر بول پڑی۔ عدیل نے اسے تھپڑ مارنے کے لیے ہاتھ فضا میں اٹھایا اور مٹھیاں بھینچ کر روک لیا۔ اسے شعلہ بار نظروں سے کچھ دیر یوں ہی دیکھتا رہا۔ پھر ہاتھ میں پکڑا موبائل فون آگے کرتے ہوئے اس پر بشریٰ کا نمبر ملانے لگا۔ مشال خوف زدہ نظروں سے باپ کو نمبر ملاتے دیکھتی رہی۔
"کرو اپنی ماں سے بات کہ وہ تمہیں اپنے پاس بلائے۔ آج سے تم میری طرف سے آزاد ہو' جہاں جس کے پاس جس وقت جانا چاہتی ہو چلی جاؤ' میں تمہیں نہیں روکوں گا۔"
عدیل کے غصے نے حد پار کرلی تھی۔
مشال کو لگا یہ وہی وقت ہے جب عدیل' نسیم بیگم اور فوزیہ کے بھڑکانے پر بشریٰ پر چیخ رہا تھا اور اس نے طلاق دے کر اسے ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر کر دیا تھا۔ آج اسی غصے میں اس نے مشال کو بھی خود سے جھٹک کر الگ کر دیا تھا۔
"پاپا!" مشال شاکڈ سی باپ کو دیکھتی رہ گئی۔
"مر گیا تمہارا پاپا۔ کرو اپنی من مانی اور جو تمہارے جی میں آتا ہے۔ بات کرو اپنی ماں سے۔" وہ سیل اس کے کان سے لگاتے ہوئے زور سے بولا۔ وہ بے حس و حرکت کھڑی رہی۔
اس کے کان سے لگے سیل فون سے اب بشریٰ کی آواز آرہی تھی' جو ہیلو ہیلو کر رہی تھی۔
"ہیلو عدیل... ہیلو... کیا بات ہے عدیل؟" وہ اب کچھ فکر مندی سی پوچھ رہی تھی۔
"ماما... ماما..." مشال کے ہونٹوں سے بے اختیار سسکی سی نکلی اور وہ زمین پر بیٹھ کر رونے لگی۔
عدیل نے غصے سے اسے دیکھا اور سیل فون اپنے کان سے لگا لیا۔
"سنو! کسی بھی طرح اپنی بیٹی کو اپنے پاس بلا لو۔ میں اب اس کی مزید ذمہ داری نہیں لے سکتا۔ مہینے بھر کے اندر میں اسے تمہارے پاس بھجوا رہا ہوں۔" کہہ کر اس نے ایک تیز نظر نیچے بیٹھی مشال پر ڈالی اور چیزوں کو جو رستے میں پڑی تھیں' ٹھوکریں مارتا باہر نکل گیا۔
مشال زمین پر بیٹھی دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے سسکنے لگی۔ پری اور دانیال باپ کا غصہ دیکھ کر پہلے ہی آہستگی سے باہر نکل چکے تھے۔ عفت ہمدردی بھری نظروں سے مشال کو دیکھتی رہیں' پھر آہستگی سے جھک کر اسے کندھوں سے پکڑ کر اٹھانے لگی۔
"اوپر بیٹھو!" اسے زبردستی اوپر بٹھا کر وہ اسے روتے ہوئے دیکھنے لگی۔

✡ ✡ ✡

"کھانا کیوں نہیں کھانا۔" وردہ تیسری بار پوچھنے کے لیے آئی تھی۔
"بھوک نہیں ہے۔ تمہیں سمجھ میں نہیں آئی ایک بار کی کہی بات؟" واثق کبھی اس طرح غصے میں نہیں آیا

تھا اور وردہ کے ساتھ تو بالکل بھی نہیں۔ وہ ششدر سی واثق کو دیکھتی رہ گئی۔

"بھائی۔" اس کی آواز آنسوؤں کے زور سے پھٹ سی گئی۔

"وردہ! مجھے بھوک نہیں ہے۔ لگے گی تو میں خود کچن سے لے کر کھالوں گا۔" وہ رخ پھیرتے ہوئے نرمی سے بولا کیونکہ وہ اس کی آنکھوں میں امڈتے آنسوؤں کو دیکھ چکا تھا 'مگر اب وردہ کو چپ کرانے کی ہمت نہیں تھی۔

"اب جاؤ پلیز یہاں سے۔ میرے سر میں درد ہے۔" وہ کچھ بے زاری سے بولا۔ وردہ کچھ دیر کھڑے رہنے کے بعد چلی گئی۔

"تو اس طرح میں نے تمہیں پانے سے پہلے ہی کھو دیا اور یہ تو میں پہلے بھی جانتا تھا کہ میں کبھی بھی خوش قسمت نہیں رہا کہ جو چاہوں گا قسمت خود بخود میری جھولی میں ڈال دے گی۔ آج تک مجھے جو کچھ بھی ملا 'اس کے لیے بہت محنت 'بہت جتن کیے۔ پھر تم مجھے ایسے کیسے مل سکتی تھیں۔" وہ بہت دکھی 'بہت حساس ہو رہا تھا۔

"وہ کسی اور کی ہو گئی اور میں دیکھتا رہ گیا۔" اس نے ہتھیلی سے اپنی آنکھیں رگڑیں۔

وہ رونا نہیں چاہتا تھا مگر آنسو جیسے آنکھوں میں آتے چلے جا رہے تھے۔

"میں جتنی بھی کوشش کر لیتا' جتنا بھی اس کے پیچھے بھاگتا' وہ میری قسمت میں نہیں تھی۔" اسی وقت اس کے بیگ میں موجود مثال کا فون بجنے لگا۔ اس نے بے حس انداز میں فون نکال کر دیکھا۔ اسکرین پر بشریٰ ماما بلنک کر رہا تھا۔

اس نے کچھ دیر یوں ہی اسکرین کو دیکھنے کے بعد کال ریسیونگ کا بٹن دباتے ہوئے سیل فون کان سے لگالیا۔

"مثال بیٹا! کیا ہوا ہے۔ تمہارے پاپا کی ابھی مجھے کال آئی تھی۔ وہ بہت غصے میں تھے۔ وہ تمہیں میرے پاس بھجوانے کا کیوں کہہ رہے تھے۔ تم نے کوئی بدتمیزی کی ہے ان کے ساتھ۔۔۔ ایسا کیا 'کیا کہ وہ تمہیں میرے پاس بھجوانا چاہ رہے ہیں۔ میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ کبھی کچھ ایسا مت کرنا جس سے وہ ناراض ہو جائیں اور تم جانتی ہو میں تمہیں اپنے پاس کیسے بلوا سکتی ہوں۔ مثال! تم تو میری مجبوریوں سے آگاہ ہو۔ احسن کمال تمہیں 'کبھی قبول نہیں کرے گا اور پھر سیفی۔۔۔ میری جان! میں تمہیں کبھی اپنے پاس نہیں بلا سکوں گی۔ میں تمہاری ماں ہوں' تمہاری بہتری چاہتی ہوں' ہر وقت تمہارے لیے پریشان رہتی ہوں' دعا کرتی رہتی ہوں۔ تم سن رہی ہونا۔۔۔ اور میرے بچے! اگر پاپا کے ساتھ کچھ مس بی ہیو کیا ہے تو تم ان سے معافی مانگ لو۔ عدیل غصے کے تیز ہیں' مگر دل کے اچھے اور تم سے تو وہ اس دنیا میں سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ تم سمجھ رہی ہونا مثال! کہ تمہارا پاپا کے ساتھ رہنا کتنا ضروری ہے۔ تم۔۔۔ کچھ بھی ہو اپنے باپ کے گھر محفوظ ہو ہر طرح سے۔ میں تمہیں کچھ بھی نہیں دے سکتی۔ تحفظ تو بالکل بھی نہیں۔ میں کوشش کرتی ہوں کچھ دنوں میں تمہیں کچھ پیسے بھجوا دوں مگر پلیز تم عدیل کے ساتھ اپنا معاملہ ٹھیک کرو۔ میں تمہیں اپنے پاس نہیں بلوا سکتی' تم سمجھ رہی ہونا۔" واثق نے آہستگی سے فون بند کر دیا۔

☼ ☼ ☼
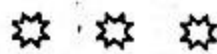
عدیل کے چہرے پر تناؤ تھا۔ عفت کن اکھیوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے چائے کا کپ اس کے قریب رکھ رہی تھی۔ گھنٹے بھر میں یہ اس کا دوسرا کپ تھا۔ وہ بظاہر ہاتھ میں پکڑی کتاب کی طرف متوجہ تھا مگر عفت جانتی تھی وہ کچھ بھی نہیں پڑھ رہا۔ بلکہ وہ کچھ بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ کسی بھی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

"بس کر دیں نا پہلے ہی دن بھر کی تھکن ہے' اب یہ کیا لے کر بیٹھ گئے ہیں۔ اتنی رات ہو گئی ہے ریسٹ کر لیں۔

صبح آپ آفس بھی ضرور جائیں گے۔" کہتے ہوئے اس نے کتاب اس کے ہاتھ سے لے کر بند کر دی۔
عدیل شاید یہ ہی چاہتا تھا کوئی اسے اس بے وجہ کی مشقت سے رہا کرے۔ اس نے مزاحمت نہیں کی۔ چائے کا کپ اٹھا کر ہونٹوں سے لگائے بے آواز چسکیوں سے پینے لگا۔
"کیا مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے؟" کچھ دیر بعد عفت نے نرمی سے پوچھا۔ وہ صرف اس کی طرف دیکھ کر رہ گیا۔
"عدیل! اسے ٹائم چاہیے۔" وہ کچھ دیر بعد نرمی سے سمجھانے والے انداز میں بولی۔
"ٹائم ہی تو نہیں ہے۔" وہ بڑبڑا کر بولا۔
"اس طرح مت کریں اس کے ساتھ.... وہ ابھی ذہنی طور پر اس کے لیے بالکل بھی تیار نہیں۔" وہ پھر سے بولی۔
"ہو جائے گی... اسے ہونا ہی ہو گا۔" وہ اسی طرح تنے ہوئے چہرے کے ساتھ کہہ رہا تھا۔
"کیا زبردستی کریں گے؟" عفت کچھ جتانے والے انداز میں بولی۔
"مجھے زبردستی کا بھی حق حاصل ہے۔" وہ چیخ کر بولا۔
"آپ اس طرح کے باپ نہیں۔ یہ بات وہ بھی جانتی ہے۔" وہ پھر کچھ جتا رہی تھی۔
"اسی لیے فائدہ اٹھا رہی ہے میری نرمی سے۔ لیکن میں فیصلہ کر چکا ہوں۔ اگر وہ اس طرح اپنی اس بے جا ضد پر اڑی رہی تو پھر میں اس کے ساتھ سختی بھی کر ڈالوں گا۔" وہ واضح کرتے ہوئے بولا۔
"مگر پھر بھی عدیل! آپ سمجھنے کی کوشش کریں... وہ عجیب ہٹ دھرم سی ذہنیت کی ہو چکی ہے۔ آپ دونوں کی جنگ میں وہ بہت کچھ جھیل چکی ہے۔ سو اسے جھیلنے کا خوف تو نہیں ہے۔ آپ سے اسے بہت سی امیدیں ہیں۔" عفت جانے کیسے ایسی ہمدردانہ باتیں کر رہی تھی' وہ بھی مثال کے لیے۔ عدیل نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔
"مجھے بھی اس سے بہت سی امیدیں ہیں۔" وہ دکھ بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ عفت کو اس پر ترس بھی آیا اور غصہ بھی... اس کی ساری امیدیں فقط اپنی اس ایک اولاد سے تھیں۔
"ابھی اسے اپنی ماں سے بچھڑے زیادہ دن نہیں ہوئے۔ پہلے پندرہ دن بعد بھی وہ ماں سے مل لیا کرتی تھی۔ جو بھی بچیاں ماں کے قریب ہوتی ہیں وہ ماں سے دل کی بات کر سکتی ہیں۔" وہ رک رک کر عدیل کو کسی بچے کی طرح سمجھا رہی تھی۔
"تو ٹھیک ہے' اگر وہ نہیں مانتی تو میں اسے اس کی ماں کے پاس بھجوا دیتا ہوں' کیونکہ اس رشتے سے اچھا رشتہ اور میں اس کے لیے نہیں ڈھونڈ سکتا۔" وہ قطعی انداز میں بولا۔
عفت کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئی۔
اگر ایسا ہو جاتا ہے۔ یعنی مثال اپنی ماں کے پاس چلی جاتی ہے تو لازمی طور پر یہ رشتہ صرف پری کے لیے ہو گا۔ اس کا مسئلہ تو خود بخود حل ہو جائے گا۔ اگر مثال' بشریٰ کے پاس چلی جاتی ہے تو اس سے اچھی بات اور کیا ہو گی بھلا' میری بھی جان چھوٹ جائے گی۔ اس نے چند لمحوں میں سارا حساب کتاب کر لیا۔
"دیکھ لیں جو آپ کو ٹھیک لگتا ہے' میں جو سمجھتی تھی آپ کو بتا دیا۔" اس نے ساری گفتگو کو ایک جملے میں لپیٹ کر تکیہ سیدھا کیا اور لیٹ گئی۔
عدیل نے جیسے اس کی بات سنی نہیں۔ وہ ابھی بھی کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ عفت اس کی طرف سے کروٹ

لے کر لیٹ چکی تھی۔
عدیل کو ابھی جانے کیا کچھ کتنی دیر تک سوچنا تھا۔ عفت کے سونے تک وہ جاگ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

اسے کسی کا بھی اعتبار نہیں رہا تھا۔
وہ اس دنیا میں سب سے زیادہ عدیل سے محبت کرتی تھی۔ اس کا اسے اعتبار تھا، مگر جیسے اب وہ بھی نہیں رہا تھا۔
وہ بالکل خاموش ہو گئی تھی۔
ناشتا کیے بغیر وہ کالج چلی گئی تھی۔ اس نے عفت کا سامنا کیا تھا نہ عدیل کا۔ آج تو اس نے روزمرہ والے گھر کا بکھراوا سمیٹنے والا بھی کوئی کام نہیں کیا تھا۔
خاموشی سے تیار ہو کر کمرے میں بیٹھی رہی' اس کی وین آئی تو خاموشی سے سب کی نظروں سے بچتی وین میں بیٹھ کر چلی گئی۔ اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔
کالج جا کر بھی اس نے صرف دو کلاسز لیں۔ اس کے بعد وہ سارا ٹائم اکیلی بیٹھی گھاس کے تنکے نوچتی رہی۔ اس کا دماغ کچھ بھی نہیں سوچ رہا تھا۔
بارہ بجے کے قریب اسے بھوک نے ستانا شروع کیا۔ اس نے ایک طرف لگے ڈسپنسر سے تھوڑا سا پانی پیا اور پھر بے جان قدموں سے گیٹ کی طرف چل پڑی۔ ابھی وین کے آنے میں بہت ٹائم تھا مگر وہ یونہی گیٹ سے باہر نکل کر سڑک کی طرف چل پڑی۔
"تھینک گاڈ! تم مجھے نظر تو آئیں۔" اس کے بہت قریب سے فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے آواز آئی۔ اس نے

چونک کر نہیں دیکھا۔ وہ اس کی آواز بھی پہچان چکی تھی اور اسے اس کے آنے کی توقع بھی تھی۔ وہ کچھ بھی جواب دیے بغیر اس کی طرف دیکھے بغیر خاموشی سے اس کے ساتھ چلتی رہی۔ دونوں کوئی بھی بات کیے کتنے منٹ تک یونہی خاموش ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ فٹ پاتھ ختم ہو گئی۔ موڑ آ گیا تھا۔

دونوں رک گئے دونوں کو ایک دوسرے کی طرف دیکھنا پڑا۔

"پلیز۔۔۔ آجاؤ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے' صرف چند منٹ کے لیے۔" وہ ملتجی لہجے میں ایک طرف کھڑی گاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

وہ کچھ بھی کہے بغیر یونہی کھڑی رہی پھر آہستگی سے اس کی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ واثق کو اس کی اس خاموش رضامندی سے خوش گوار سی حیرت ہوئی مگر وہ اس کا اظہار کیے بغیر اس کے پیچھے چل پڑا۔

☆ ☆ ☆

"انگیجمنٹ!" وہ سامنے خزاں رسیدہ پتوں کو دیکھتے ہوئے بے تاثر لہجے میں بولی۔

دونوں اسی لائبریری کی سیڑھیوں میں آکر بیٹھ گئے تھے۔ لائبریری کھلنے میں ابھی کچھ وقت تھا۔

"تمہاری مرضی سے۔" وہ آہستگی سے بولا۔

"میری مرضی۔۔۔ تو کسی بھی بات میں نہیں تھی۔ پیدا ہونے میں بھی نہیں۔ اگر مجھ سے پوچھا جاتا تو میں کبھی پیدا نہیں ہوتی۔"

"نائنٹی پرسنٹ لوگ یہی کہتے ہیں۔"

"نائنٹی پرسنٹ لوگ میرے جیسی زندگی نہیں گزارتے۔۔۔ بٹی ہوئی تقسیم شدہ۔" وہ تلخی سے بولی۔

"تمہاری انگیجمنٹ رنگ۔۔۔ تم نے پہنی نہیں۔" وہ یونہی اس کی انگلیوں کی طرف دیکھتے ہوئے ٹھٹک کر بولا۔

"میں نے اتار دی۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"مگر کیوں۔۔۔ کیا تمہیں یہ رشتہ پسند نہیں۔" مثال نے گردن موڑ کر شکایتی نظروں سے اسے دیکھا مگر کوئی جواب نہیں دیا۔

"کیا تم مجھ سے ناراض ہو؟" وہ اس کی نظروں پر بولا۔ وہ خاموش ان پتوں کو دیکھتی رہی جو عین قریب جھڑنے والے تھے۔

"پاپا مجھے ماما کے پاس بھیج دیں گے اگر میں اس رشتے کے لیے ایگری نہیں کرتی تو؟" وہ کچھ دیر بعد خود ہی بولی۔

"اور تمہاری ماما۔۔۔ وہ تمہیں بلا لیں گی اپنے پاس۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی پوچھ بیٹھا۔

اس نے آہستگی سے نفی میں سر ہلا دیا۔

"پھر۔۔۔ کیا کرو گی؟" وہ کچھ دیر بعد بولا۔

"پتا نہیں۔۔۔ مجھے کچھ بھی پتا نہیں۔" وہ گہرا سانس لے کر فضا میں سر اٹھا کر بولی۔

"میں امی کو لے کر آیا تھا مثال! اس شام تمہارے گھر۔۔۔ مگر تمہارے گھر کے دروازے پر۔۔۔ پتا نہیں تم یقین کرو گی یا نہیں۔۔۔ میری امی کو ہارٹ اٹیک ہو گیا۔۔۔ چند منٹوں میں یہ سب ہو گیا۔ میں امی کو فوراً ہسپتال لے گیا۔ رات بہت دیر میں ہم وہاں سے فارغ ہوئے۔ امی ابھی بھی ٹھیک نہیں مکمل طور پر۔ میں تم سے رابطہ کرنا چاہتا تھا مگر تم نہ کالج آئیں نہ لائبریری۔ تمہارا فون بھی میرے پاس تھا۔ پھر میں تمہارے گھر گیا۔ جس شام تمہاری انگیجمنٹ تھی اور مجھے لگا میں سب کچھ ہار گیا ہوں۔" وہ دھیمی شکست خوردہ آواز میں کہہ رہا تھا۔

"کیا تم نے میرا انتظار کیا تھا؟" وہ کچھ دیر بعد جھجک کر پوچھ رہا تھا۔
"اگر میں کہوں نہیں۔۔۔ تو؟" وہ گردن موڑ کر ذرا سا اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔
"تو میں کہوں گا۔ تم جھوٹ بول رہی ہو۔" وہ فوراً" بولا۔
"میں جھوٹ نہیں بولتی۔" وہ خفگی سے کہنے لگی۔
"اسی لیے تو کہہ رہا ہوں جن کو جھوٹ بولنے کی عادت نہ ہو' وہ اگر جھوٹ بولیں تو ان کی آنکھیں ان کا ساتھ نہیں دیتیں۔ جیسے اس وقت تمہاری شفاف آنکھیں۔۔۔ تمہاری زبان اور الفاظ کا ساتھ نہیں دے رہیں۔" وہ مسکرا کر بولا۔
"حد سے زیادہ خوش فہمی اکثر ہمیں خود ہی مشکل میں ڈال دیتی ہے۔" وہ طنز سے اس کی طرف دیکھ کر بولی۔
"خوش فہمی نہیں ہے یہ مثال! میرا دل مجھے بتاتا ہے کہ تم میرے بارے میں کیا سوچتی ہو۔" وہ یقین بھرے لہجے میں بولا۔
"اچھا اب اس وقت آپ کا دل کیا کہہ رہا ہے میرے بارے میں؟" وہ مذاق اڑانے والے لہجے میں بولی۔
وہ اس کی طرف گہری نظروں سے دیکھنے لگا۔
"آں۔۔۔ اس وقت تمہیں سخت بھوک لگی ہے۔ تمہارا دل فی الحال کھانے کے لیے فریاد کر رہا ہے کیونکہ تم صبح کچھ بھی کھائے بغیر کالج آگئی تھیں۔ ایم آئی رائٹ؟" وہ اس کے چہرے کے آگے چٹکی بجا کر شوخی سے بولا۔ مثال کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔
وہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کر جانے لگی۔ واثق نے بے اختیار اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کے برابر کھڑا ہو گیا۔
"تم ڈر گئیں؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔ وہ اسے بس دیکھتی چلی جا رہی تھی۔
"تم سوچ رہی ہوگی۔ مجھے اس بات کا کیسے پتا چلا؟" وہ اسی طرح اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی خاموشی مثال کو پریشان کرنے لگی۔
"بتاؤ ناں۔ تمہیں کیسے پتا چلا اس بات کا۔" وہ بچوں کی طرح اس کی آستین کھینچ کر اصرار سے بولی۔ وہ بے اختیار ہنس پڑا۔
"واثق پلیز۔" وہ چڑ سی گئی۔
"پھر سے کہو اسی طرح۔۔۔" وہ محظوظ ہوتے ہوئے بولا۔
"میں گھر جا رہی ہوں۔" وہ روٹھ کر جانے لگی۔
"اس وقت تو تم کہیں بھی نہیں جا سکتیں۔ کم از کم کھانا کھائے بغیر۔۔۔ کیونکہ شاید تمہیں گھر جا کر بھی کچھ کھانے کو نہیں ملے۔" وہ پھر سے ایک بات کا اندازہ لگا کر بولا تو مثال واقعتا" پریشان ہو گئی۔
"آپ جادوگر ہیں۔" وہ ڈر سی گئی۔ بچوں کی سی خصوصیت سے پوچھنے لگی۔
"تم پر میرا جادو چلا؟" وہ اس کے چہرے پر جھک کر بولا۔
"کیا مطلب؟" وہ خفگی سے تھوڑا پرے ہٹتے ہوئے بولی۔
"یار! اتنے مہینوں سے تم پر اپنی محبت کا جادو چلانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ کیا تم پر کچھ اثر ہوا۔۔۔" وہ سر کھجا کر بولا۔
"پلیز مجھے گھر جانا ہے۔ ہٹیں آگے سے۔" وہ کترا کر جانے لگی تھی۔ واثق پھر اس کے راستے میں کھڑا تھا۔
"میں تمہیں کھانا کھلا رہا ہوں ناں؟" وہ فراخدلی سے اسے کہہ رہا تھا۔

"مجھے نہیں کھانا۔"

"تمہیں نہیں کھاؤں گا پرامس...... صرف ہم دونوں مل کر کھانا کھائیں گے کسی اچھی سی جگہ پر اور میں تمہیں تمہارے مسئلے کا حل بھی بتاؤں گا۔" وہ اسے چھوٹے بچوں کی طرح بہلا رہا تھا۔

"کون سے مسئلے کے بارے میں؟" وہ اس کے ساتھ باتوں کے دوران چند منٹوں میں سب کچھ بھول چکی تھی۔ عدیل کی خفگی' ناپسندیدہ رشتہ اور بشریٰ کی بے اعتنائی!

"ماشاءاللہ...... تو آپ بھول چکی ہیں کہ آج آپ صبح گھر سے کس وجہ سے بغیر کھائے پیے روانہ ہوئی تھیں اور آپ نے انگیجمنٹ رنگ کیوں نہیں پہنی۔" وہ جتا کر بولا۔

وہ شرمندہ سی ہو گئی۔

"پلیز میں ایک گھنٹے میں تمہیں گھر ڈراپ کردوں گا۔"

"نہیں...... میں آپ کے ساتھ نہیں جارہی......" وہ قطعیت سے بولی۔

"اچھا چلو میں تمہیں ڈراپ تو کر سکتا ہوں نا!" وہ اس کے ساتھ چلنے لگا تھا۔ وہ چلتے ہوئے رک گئی۔

"پلیز کوئی دیکھ لے گا مجھے آپ کے ساتھ۔" وہ کچھ ڈر کر بولی۔

"اسی لیے کہہ رہا ہوں نا کہیں بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں۔ میرا یقین نہیں ہے تمہیں اور تمہارا سیل فون بھی تو میری گاڑی میں پڑا ہے۔ وہ بھی لے لینا۔" وہ اسے بہلا کر بولا۔

"وہ تو لگتا ہے آپ کا دل ہی نہیں کر رہا ہوگا لانے کا۔" سیل فون کے ذکر پر وہ جل کر بولی تو وہ ہنس پڑا۔

دونوں باہر کی طرف چل پڑے۔

☼ ☼ ☼

"مگر کیوں؟" بشریٰ عدیل کی بات سن کر پریشان ہو گئی۔ دونوں فون پر بات کر رہے تھے۔

عدیل نے بہت سوچ سمجھ کر بشریٰ کو کال کی تھی۔ وہ مثال کے معاملے میں بہت پریشان اور الجھا ہوا تھا۔ وہ رات بھر نہیں سو سکا تھا۔

"اس کا جواب تو میں بھی اس سے پوچھ پوچھ کر تھک گیا ہوں۔ وہ ایک ہی بات دہرائے جاتی ہے کہ اسے یہ شادی نہیں کرنی۔ میں اس پر سختی بھی نہیں کر سکتا۔ تم اس سے کسی طرح معلوم کرنے کی کوشش کرو۔ ہو سکتا ہے وہ تمہیں کچھ بتادے۔" عدیل تھکے ہوئے بے بس لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"یہ رشتہ ہر لحاظ سے پرفیکٹ ہے۔ وقار اور فائزہ کو تم بھی جانتی ہو۔ فہد کو بھی بچپن میں تم نے دیکھ رکھا ہے پھر وہ بہت سیٹل ہو چکے ہیں۔" وہ تھک کر لحہ بھر کو خاموش ہوا۔

"اور اب تو منگنی بھی ہو چکی ہے۔ فہد تین چار ماہ میں پاکستان آتا ہے تو شادی طے ہے اور یہ لڑکی...... میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔" وہ بے بسی سے خاموش ہو گیا۔

"کیا...... وہ کسی اور کو تو پسند نہیں کرتی؟" ایک دم سے اسے خیال آیا تو وہ پوچھنے لگا۔ "اس نے تم سے ذکر کیا ہو۔"

"کسی اور کو نہیں...... نہیں بھلا کس کو پسند کرے گی اور مجھے اس نے کبھی کچھ ایسا نہیں بتایا۔" بشریٰ عجیب دامن بچاؤ والے انداز میں بولی۔

"تمہارے...... میرا مطلب ہے تمہارے شوہر کے بیٹے کے ساتھ۔" وہ اٹک کر کچھ جھجک کر بولا۔

اور بشریٰ کے ہاتھ سے سیل فون نیچے گرتے گرتے بچا۔ یہ خواہش تو کبھی اس کے دل نے ٹوٹ کر کی تھی مگر اس

کا نتیجہ کیا نکلا۔
کاش ایسا ہو سکتا تو میں اپنی بیٹی کو کبھی خود سے جدا نہیں کرتی۔ اس کا دل بھر آیا۔ آج اتنے دن ہو گئے تھے اس نے مثال کو نہیں دیکھا تھا۔ وہاں سے پندرہ دن بعد سہی وہ اس کو دیکھ تو لیتی تھی۔
"تم نے جواب نہیں دیا بشریٰ؟" اس کی خاموشی پر وہ بول اٹھا۔
"نہیں ایسا کچھ نہیں تھا عدیل! ایسا کچھ ہوتا تو میری نالج میں ضرور ہوتا۔ دوسرے سیفی کسی اور ٹائپ کا لڑکا ہے۔ میں اسے مثال کے لیے سوٹ ایبل بھی نہیں سمجھتی تھی اور پھر مثال اس طرح کی لڑکی نہیں ہے کہ وہ کسی اور کو پسند کرے۔" وہ بیٹی کے حق میں صفائی پیش کرتے ہوئے بولی۔
"پھر کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ اس نے رنگ بھی اتار کر پھینک دی ہے۔ اگر وقار اور بھابھی کو پتا چلا تو کتنا برا لگے گا انہیں۔" وہ پریشان تھا بشریٰ کو اندازہ ہوا۔
"ہوں.... میں اس سے بات کرتی ہوں۔ سمجھانے کی کوشش کرتی ہوں۔ بہت سمجھ دار بیٹی ہے مثال۔ مجھے امید ہے وہ سمجھ جائے گی میری بات.... تم پریشان نہیں ہو۔" آخر میں کچھ جھجک کر وہ اسے تسلی دیتے ہوئے کہہ گئی۔
"میں رات بھر نہیں سو سکا۔ معاملہ اب صرف مثال کی زندگی کا نہیں میری عزت کا بھی ہے۔ پچاس لوگوں کے درمیان رشتہ طے ہوا ہے۔ یوں راتوں رات خدانخواستہ توڑا تو نہیں جا سکتا۔" وہ کنپٹی دبا کر تشویش سے بولا۔
"میں سمجھ سکتی ہوں تمہاری پریشانی۔ میں بات کرتی ہوں مثال سے ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ تسلی دیتے ہوئے بولی۔
"اگر ایسا ہو جائے بشریٰ! تو زیادہ بہتر ہے ورنہ میں نے سوچ لیا ہے۔" وہ رک کر بولا۔
بشریٰ کو اس کے لہجے میں کسی انہونی سی بو آئی۔
"کیا مطلب؟" وہ کچھ ڈر کر بولی۔
"میں اس کے لیے اس سے اچھا رشتہ نہیں ڈھونڈ سکوں گا۔ اگر وہ اس رشتے پر راضی نہیں ہوئی تو میں اسے تمہارے پاس بھجوا دوں گا۔ میں اس کی مزید ذمہ داری نہیں اٹھا سکوں گا۔" وہ دو ٹوک لہجے میں بولا۔
بشریٰ کو یوں لگا جیسے اس کے سر پر کمرے کی چھت ہی آن گری ہو۔ کس مشکل سے تو وہ اپنا گھر بچا کر یہاں تک آئی تھی۔ اگرچہ اس کے دل کو سکون نہیں تھا مگر زندگی میں ایک ٹھہراؤ' ایک ضمانت شدہ سائبان تو اس کے سر پر تن چکا تھا اور مثال کو تو وہ کبھی بھی اپنے پاس نہیں بلا سکتی تھی۔ اس نے کچھ بھی کہے بغیر فون بند کر دیا۔

☆ ☆ ☆

"نہیں۔" وہ ہاتھ روک کر قطعی لہجے میں بولی۔
"مگر کیوں؟" واثق کے چہرے پر اضطراب تھا۔
"اس کا جواب نہیں ہے میرے پاس۔" وہ نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے بے تاثر لہجے میں بولی۔
"مثال میں ان سے بات کر چکا ہوں۔ میں انہیں بتا چکا ہوں کہ میں تمہیں پسند کرتا ہوں اور...."
وہ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے بیگ کندھے پر ڈال کر کھڑی ہو گئی۔
"کھانا کھلانے کا شکریہ یہ بل کے پیسے اور...." وہ بیگ سے کچھ نوٹ نکال کر رکھنے لگی تھی کہ واثق نے ایک دم سے غصے میں اس کا ہاتھ دبوچ لیا۔ "اگر تم نہیں چاہتیں کہ یہاں کوئی تماشا بنے تو یہ پیسے واپس رکھو۔" غرا کر بولتے ہوئے اگرچہ اس کی آواز دھیمی تھی مگر مثال ڈر سی گئی۔

اس نے اپنا ہاتھ کھینچ کر اس کی گرفت سے نکالنے کی کوشش کی وہ اسی طرح اسے سخت نظروں سے گھورتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔
"پلیز میرا ہاتھ چھوڑیں۔" وہ رو دینے کو تھی۔
واثق نے آہستگی سے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔
"تم ایک ہفتے میں فیصلہ کر لو کہ تم نے کیا کرنا ہے میں اپنی امی کو ایک ہفتے بعد بھیجوں گا اگر تمہارے پیرنٹس آئی مین تمہارے فادر نہیں مانے تو....."
"تو.... کیا کریں گے؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی۔
"تمہیں بھگا کر لے جاؤں گا یا.... پھر ہم کورٹ میرج کر لیں گے مگر مثال! میں تمہارے بغیر جینے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اگر تم مجھے نہیں ملیں تو میں اپنی جان لے لوں گا اور اس کی ذمہ دار صرف اور صرف تم ہو گی۔" وہ عجیب جذباتی پن میں بولا۔
مثال اسے بے بس سی نظروں سے دیکھ کر رہ گئی۔
"پلیز مجھے گھر ڈراپ کر دیں مین روڈ سے پرے۔ میں لیٹ ہو گئی ہوں۔" وہ گھڑی دیکھتے ہوئے آہستگی سے بولی۔
"کیا تم نے میری بات سن لی ہے؟" وہ اسے ری مائنڈ کرواتے ہوئے اس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔
"سننے سے کیا ہوتا ہے۔" وہ ہولے سے بولی۔
"مثال! یہ سوچ لینا اگر میں نے اس دنیا سے جانے کا فیصلہ کر لیا تو میں اکیلا نہیں جاؤں گا۔ تمہیں میرے ساتھ یہ دنیا چھوڑنی ہو گی۔" وہ اسے دھمکاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔
"تو اس کے لیے انتظار کیوں کر رہے ہیں۔ آج بلکہ ابھی اس پر عمل کر لیں۔ میرے لیے تو یہ بلیسنگ ہو گا۔" وہ بے خوفی سے بولی تو وہ اسے گھور کر رہ گیا۔

☼ ☼ ☼
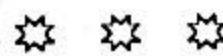
عفت گھر کی کچھ ضروری چیزیں لینے نکلی تھی۔
جلدی جلدی کرتے بھی اسے دو سے زائد گھنٹے لگ گئے۔ اب وہ سامان سے لدی پھندی ٹیکسی میں گھر کی طرف جانے والی گلی میں مڑتے ہوئے بے اختیار ٹھٹک کر رہ گئی۔
اس کی نظریں دھوکا نہیں کھا رہی تھیں۔ مثال کسی گاڑی سے اتر رہی تھی۔
ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہینڈسم سا لڑکا جن نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا وہ عام نظریں نہیں تھیں چند لمحوں میں عفت نے جیسے بہت کچھ کھوج لیا۔ ٹیکسی ان کے گھر کے گیٹ کے آگے سے روانہ ہونے کو تھی عفت سامان گھر کے اندر رکھوا چکی تھی اور وہ یہ سب کچھ سست روی سے کرتی رہی۔
اس کی امید کے عین مطابق مثال گلی سے اندر آتی ہوئی نظر آئی جب ٹیکسی والے کو کرایہ دے کر عفت نے روانہ کیا اور خود وہیں کھڑی ہو گئی۔
"یہ لڑکا وہی ہے جو اس روز بھی تمہیں کالج سے گھر ڈراپ کر کے گیا تھا۔ تمہاری کسی دوست کا بھائی جب تمہاری وین نہیں آئی تھی۔" عفت کچن میں سامان لگانے کے دوران سرسری لہجے میں کہہ رہی تھی جب مثال کچن میں آکر پانی کا گلاس لے کر جانے لگی تھی وہ لمحہ بھر یونہی کھڑی رہی۔
"جی!" اس نے بے تاثر لہجے میں کہا۔

"آج بھی تمہاری بوین نہیں آئی واپسی پر۔" وہ پھر سے بولی۔
"نہیں... آج میں خود پہلے نکل آئی تھی کالج سے۔" وہ بے خوفی سے کہہ رہی تھی۔
"اس لڑکے کے ساتھ؟" عفت اس کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔
"نہیں۔" وہ اب دل میں سوچ رہی تھی، وہ کچن میں آئی کیوں۔
"تمہارے اس نہیں پر کون یقین کرے گا کم از کم میں تو نہیں۔" وہ تڑخ کر بولی۔
"مجھے آپ کو یقین دلانا بھی نہیں۔" وہ جواباً کہہ گئی۔
"بالکل ٹھیک، تمہیں مجھے یقین دلانے کی کوشش بھی نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ تم اپنی ان کوششوں کو سنبھال کر رکھو، تمہارا باپ تم سے شام میں پوچھے گا تو جو بہانہ گھڑنا ہوگا اس کے سامنے گھڑنا۔" وہ حقارت بھرے لہجے میں کہہ کر باہر نکل گئی۔
"اُف... پاپا... اب تو مجھے ضرور ہی ماما کے پاس بھجوادیں گے اور بے چاری ماما... وہ تو شاید مر ہی جائیں گی سن کر کہ میں ان کے پاس آرہی ہوں، انہیں اپنے گھر کی فکر پڑ جائے گی۔" وہ تاسف بھرے انداز میں سوچتی گھونٹ گھونٹ پانی پیتی رہی۔

☼ ☼ ☼

"یہ کیا کہہ رہے ہو واثق؟" عاصمہ ایک دم سے پریشان ہو گئی۔
"وہ شاید میرے نصیب میں نہیں ہے امی!" وہ مایوسی سے بولا۔
"ایسی باتیں نہیں کرتے بیٹا اور نصیبوں سے گلہ بزدل کیا کرتے ہیں، میرا بیٹا بہت بہادر ہے۔" عاصمہ اس کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھ کر ایک دم سے گھبرا گئی۔
"اور یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا، اگر میں اس شام جا کر بات کر لیتی مثال کے والدین سے تو شاید یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔" وہ اپنی غلطی تلاشتے ہوئے بولی۔
"نہیں امی تو بھی ایسے ہی ہوتا ہے، اس کے پاپا پہلے سے یہ معاملہ طے کر چکے تھے۔" وہ اسی طرح مایوس تھا۔
عاصمہ بیٹے کو دیکھتے ہوئے رنجیدہ ہو گئی۔
"اب تم نے کیا سوچا ہے؟" وہ کتنی دیر گم صم بیٹھا رہا۔
"کچھ بھی نہیں... آپ نے دوا لی؟" وہ گہرا سانس لے کر موضوع بدلتے ہوئے پوچھنے لگا۔
"کیا مجھے جا کر ان سے بات کرنا چاہیے؟" وہ بے چینی سے پوچھنے لگی۔
"نہیں... یوں بھی اس کا اب کچھ فائدہ نہیں... منگنی وہ کر چکے ہیں، اور چند ماہ میں شادی بھی کرنے والے ہیں آپ جا کر اور کیا بات کریں گی، اگر ایسا کچھ کریں گی تو اس کی اپنے گھر میں پوزیشن خراب ہوگی۔" وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔
"واثق بیٹا کوئی تو حل ہوگا نا... یوں خاموش تو نہیں بیٹھ سکتے ہم۔" وہ بے چینی سے بولی۔
"امی! آپ ٹینس نہیں ہوں، آپ کہتی ہیں نا کہ وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے، انشاء اللہ اچھا ہی ہوگا۔ اللہ میرے دل کے حال سے واقف ہے میں آفس جا رہا ہوں۔ کچھ منگوانا تو نہیں آپ نے؟"
عاصمہ کو واثق کی یہ بات اچھی بھی لگتی تھی اور بری بھی، وہ بڑے سے بڑے مسئلے پر کوئی بھی تاثر نہیں دیا کرتا تھا کہ وہ مایوس یا دل گرفتہ ہے یا آگے کا اس نے کوئی پلان سوچ رکھا ہے، وہ عاصمہ کے نفی میں سر ہلانے پر جا چکا تھا۔

☆ ☆ ☆

"ماما!" مثال بے بس سی ہو گئی۔
"میری جان! ماں باپ ہمیشہ اولاد کی بہتری کا سوچتے ہیں جیسے ہم دونوں بے شک ہم دونوں نے شادی کرلی الگ گھر بنا لیے مگر ہم تمہاری ذمہ داری سے کبھی غافل نہیں ہوئے ہم گواہ ہو اس بات کی۔" بشریٰ کی بات پر مثال کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔
وہ کس طرح اپنے احساس ذمہ داری کا ذکر بہت فخر سے کر رہی تھی۔
"میری جان! تمہارے پاپا بہت پریشان ہیں اور مثال جانو تم تو اپنے پاپا سے سب سے زیادہ محبت کرتی ہو، پھر تم انہیں کیوں پریشان کر رہی ہو۔" وہ حتی الامکان لہجے کو نرم اور محبت بھرا رکھے ہوئے تھی۔
"میں ایسا کچھ نہیں کر رہی ماما!" وہ آہستگی سے بولی۔
"تو پھر تم نے رنگ کیوں اتار دی پہننے کے بعد۔"
"کیوں کہ مجھے شادی نہیں کرنی۔" وہ اسی بے تاثر لہجے میں بولی جس سے وہ بشریٰ سے بات کر رہی تھی۔
"مثال!" بشریٰ کے لیے یہ جملہ کسی دھچکے سے کم نہیں تھا "میری جان تم نے ایسا سوچا بھی کیسے؟" وہ بھی پریشان ہو گئی۔
"اور بیٹا! شادی تو تمہاری ایک نہ ایک دن کسی نہ کسی سے ہونی ہے، وقار بھائی اور فائزہ بھابھی کو میں بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں، تمہارے پاپا کے ان لوگوں سے فیملی ٹرمز تھے، بہت اچھے شریف خاندانی لوگ ہی تو....."
"ماما! مجھے اس میں سے کسی بھی بات سے کوئی کنسرن نہیں کہ وہ کیسے لوگ ہیں۔" وہ اکتائے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔
"کیا تمہیں فہد پسند نہیں۔" وہ کچھ پریشان ہوئی، کچھ ڈری۔
"میں نے ایسا بھی نہیں کہا۔" مثال ماما کے اس نصیحتوں بھرے فون سے اکتا گئی تھی۔
بشریٰ نے ایک بار بھی تو نہیں پوچھا تھا کہ وہ کیسی ہے، وہ اس طرح کی باتیں کیوں کرنے لگی ہے۔
"تو پھر کیا بات ہے؟" وہ ذرا سختی سے بولی۔
"کچھ نہیں ہے۔" وہ کوفت سے بولی۔
"کسی کو پسند کرنے لگی ہو؟" بشریٰ رک کر بولی۔
"ایسا کچھ ہوا تو بھی بتا دوں گی۔" وہ اسی انداز میں بولی۔
"پھر کیا مسئلہ ہے؟" بشریٰ نے درشتی سے بولی "کیوں ہم دونوں کو پریشان کر رہی ہو۔"
اسے معلوم تھا بشریٰ اب یہی کہے گی۔
"میں آپ دونوں کو اپنے مسئلے، اپنی پریشانی سے آزاد کرنا چاہتی ہوں۔" وہ کچھ دیر بعد ٹھوس لہجے میں بولی۔
"کیا مطلب؟" بشریٰ چونکی۔
"آپ پاپا سے کہہ دیں، وہ مجھے کسی ہاسٹل میں بھیج دیں میں پارٹ ٹائم جاب کرلوں گی اور اپنی تعلیم کا خرچ بھی خود اٹھا لوں گی مگر میں شادی نہیں کروں گی۔ یہ میرا فیصلہ ہے اس سے زیادہ کوئی مجھے مجبور نہیں کرے گا۔"
بشریٰ کو لگا یہ وہ مثال تو نہیں، جسے وہ کچھ مہینے پہلے پاکستان چھوڑ کر آئی ہے۔
"اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو تم کیا کرو گی؟" وہ کچھ محتاط لہجے میں پوچھ رہی تھی۔
"میں ایسا کچھ نہیں کرنا چاہتی جس سے آپ لوگوں کو پریشانی ہو اگر میں خود گھر چھوڑ کر چلی گئی تو....." اس نے

حتی الامکان لہجے کو نارمل رکھا۔

"مثال! یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔" بشریٰ دھک سے رہ گئی ایسی بات تو اس نے کبھی نہیں سوچی تھی۔

"خدا حافظ ماما! آپ کی کال کافی طویل ہو گئی ہے۔" فارمل لہجے میں کہتے ہوئے اس نے فون بند کر دیا۔

☆ ☆ ☆

"ماما میں کیسی لگ رہی ہوں؟" پری عفت کے سامنے اسٹائلش ڈریس پہنے، بہت خوب صورت انداز میں بالوں کا اسٹائل بنائے ہوئے کھڑی تھی۔

"کہاں جا رہی ہو تم اس وقت؟" عفت اس کی تیاری پر کچھ چونک کر بولی۔

"بتایا تو تھا آپ کو مجھے اپنی فرینڈ کی طرف جانا ہے تھوڑی دیر میں آجاؤں گی۔" وہ خود کو آئینے میں تنقیدی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"کہاں جانا ہے؟ پاپا آتے ہیں تو وہ چھوڑ آئیں گے تمہیں؟"

"ماما! یہ تین گلیاں چھوڑ کر اس کا گھر ہے، بہت دنوں سے وہ اصرار کر رہی ہے، آج مجھے اس سے کچھ نوٹس بھی لینے ہیں۔ میں آجاؤں گی گھنٹے بھر میں۔" وہ ہینڈ بیگ کی چیزیں چیک کرتے ہوئے اطلاعی انداز میں کہہ رہی تھی۔

"تمہارے پاپا آنے والے ہیں۔" عفت کچھ تشویش سے بولی۔

"سو واٹ۔۔۔ میں کہہ رہی ہوں نا میں جلدی آجاؤں گی۔" وہ کندھے اچکا کر بولی۔

"دانی بھی گھر میں نہیں ہے بس بیگ رکھا کھانا کھایا اور خدا جانے کہاں نکل گیا؟" عفت پریشانی سے بولی۔

"ماما یہ کوئی نئی بات ہے، اس کی روز کی روٹین ہے اور وہ بھی تو روز جاتا ہے، آپ اسے کچھ نہیں کہتیں میں تو صرف آج جا رہی ہوں، آجاؤں گی، جلدی بائے۔" کہہ کر وہ عفت کا جواب سنے بغیر باہر نکل گئی۔

"پتا نہیں ان دونوں کے دماغوں میں کیا چل رہا ہے۔ ایک یہ منحوس مثال یہاں سے دفعان ہو تو عدیل کو اس گھر کے باقی افراد نظر آئیں۔ اچھے بھلے دانی کو ٹائم دینے لگے تھے، پھر سے فراموش کر بیٹھے، پتا نہیں یہ لڑکا کیا کرنا چاہتا ہے۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی اٹھ کر باہر نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

"کون سا لڑکا؟" عدیل کے بیگ کی زپ کھولتے ہاتھ بے اختیار رک گئے۔ اگرچہ عفت نے بہت محتاط انداز میں ساری بات کی تھی، مگر عدیل تو بری طرح سے چونکا تھا اور جس طرح کا مثال کا رویہ تھا اس کا چونکنا غلط بھی نہیں تھا۔

"میں نہیں جانتی وہ پہلے بھی اس لڑکے کے ساتھ ایک دو بار گھر آئی ہے۔ باہر مین روڈ پر اترتی ہے اندر نہیں لے کر آتی ہے پری نے بھی اسے دیکھا ہے کالج سے اس لڑکے کے ساتھ باہر جاتے ہوئے اور آج میں نے۔" عفت رک رک کر یاسیت بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"اور تم مجھے آج بتا رہی ہو۔" وہ چلا یا۔

"مثال۔۔۔ مثال!" وہ عفت کا جواب سنے بغیر اسے پکارتا ہوا باہر جانے لگا۔

"عدیل یہ غلطی نہیں کریں۔" وہ تیزی سے اس کے سامنے آکر ملتجی لہجے میں بولی۔

"کیا مطلب؟" وہ ماتھے پر بل ڈال کر بولا۔

"اگر آپ نے اس کو سامنے کھڑا کر کے سب کچھ پوچھ لیا تو کیا پتا وہ نڈر ہو کر اقرار کر لے یا کوئی انتہائی قدم اٹھا

لے۔"

"تو تم جھوٹ بول رہی تھیں اس کے بارے میں۔" عدیل غصے سے بولا۔

"مجھے دانی اور پری کی قسم! میں کیوں جھوٹ بولوں گی آپ میری ہر بات کو منفی لیتے ہیں، جائیں پھر جو کرنا چاہتے ہیں کیجیے، پھر اگر اس نے کچھ ایسا ویسا کر دیا تو پھر نہ کہیے گا اور میں صرف اس لیے کہہ رہی ہوں کہ اس کا کوئی بھی عمل میری بیٹی کی راہ کا روڑا ضرور بنے گا، ورنہ وہ تو وہی کرے گی جو اس کی ماں نے کیا ہے آگے آپ کی مرضی۔"

عدیل گم صم سا اسے دیکھتا رہ گیا۔

عفت باہر چلی گئی۔

☆ ☆ ☆

وردہ پری کے آگے بچھی جا رہی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ سارا گھر اٹھا کر اس کی مدارت کر ڈالے۔

"ارے بس کرو ناں۔ میں اتنا کچھ نہیں کھاتی۔" پری اس کے والہانہ انداز پر کچھ بوکھلا کر بولی۔

"وہ تو تمہارا شاندار فگر دیکھ کر ہی اندازہ ہو رہا ہے۔" وہ توصیفی انداز میں اسے سراہتے ہوئے بولی۔

"اپنی امی سے تو ملواؤ پھر میں گھر جاؤں۔ مجھے دیر ہو رہی ہے میرے پاپا آفس سے آ گئے ہوں گے۔" وہ گھڑی دیکھ کر کچھ عجلت میں بولی۔

"امی نماز پڑھ رہی ہیں۔ بس آ رہی ہیں ہم بیٹھو میں بلا کر لاتی ہوں اور جلدی میں تمہیں نہیں جانے دوں گی ہم ابھی گھنٹہ بھر اور بیٹھو گی، خوب باتیں کریں گے اور فکر نہیں کرو، میں خود تمہیں گھر چھوڑنے جاؤں گی تمہاری ماما اور پاپا سے بھی مل لوں گی اور پرمیشن لے لوں گی کہ ہم دونوں کمبائین اسٹڈی کر لیا کریں۔ کیسا؟"

"ہاں یہ زبردست آئیڈیا ہے لیکن ابھی تو میں جلدی جاؤں گی۔"

"میں آتی ہوں۔" وہ کہہ کر باہر نکل گئی۔

"ارے آپ!" وہ کمرے کے دروازے تک یونہی ٹہلتی ہوئی پہنچی اور اندر آتے واثق سے ٹکراتے ہوئے بے اختیار کہہ اٹھی وہ بھی آنکھوں میں شناسائی لیے اسے دیکھ رہا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)